© rasailojaraid.com

پہلے جب مغربی ممالک مسلم ممالک کو غلام بنانے کیلئے پیش قدمی کر رہے تھے تو دنیا کے ہر خطے میں مسلم دینی مدارس کے نوجوانوں نے ان کی مزاحمت کی تھی۔ متحدہ ہندوستان میں سید اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کے پیروکار انہیں مدارس کے اساتذہ اور طلبہ تھے۔ افغانستان اور روسی ریاستوں میں انہیں مدارس کے لوگوں نے زارِ روس اور ان کے جانشینوں کی مزاحمت کی۔ الجزائر، مراکش، سوڈان، ترکی، شام اور مصر میں یہی طبقہ میدان میں نکلا اور چار سو اللہ اکبر کے نعروں نے برطانوی، امریکی، فرانسیسی، روسی، ولندیزی اور پرتگیزی افواج کا مقابلہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی جہاد، جہادی تعلیم، مدارس اور دینی مدارس کا نام آتا ہے مغربی سامراج کو وہ تمام زخم یاد ہو جاتے ہیں جو ان مدارس کے طلبہ و اساتذہ نے ان کے آباؤ اجداد کو لگائے تھے۔ اس لئے جو بھی چاہے، وہ ان مدارس کے خلاف بات کر کے مغربی سامراج کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

بے نظیر بھٹو کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ مدارس ہے جنہوں نے قرآن، حدیث، فقہ اور تفسیر کا قیمتی سرمایہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کیا ہے۔ ان مدارس کے اساتذہ نے نسل در نسل اپنی زندگیاں تنگ دستی میں گزار دیں، لیکن دین کی اساس سے وابستہ رہے۔ بلاشبہ ان مدارس میں جو نسل پروان چڑھی ہے، اس نے بعض اپنی بشری کمزوریوں کے علی الرغم پوری ملت اسلامیہ کو دینی اور دنیاوی علوم کے فیوض و برکات سے بہرہ ور کیا ہے۔ دینی مدارس نہ ہوتے تو پاکستان میں ہر شہری آج ”محترمہ“ کی طرح ”اذان ج رہا ہے“ کہتا۔ انہی اداروں کے اثرات کی وجہ سے محترمہ کو نظریہ ضرورت کے تحت محض، دکھلاوے کے لئے تسبیح پھیرنے اور جعلی نقاب پوشی، کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ محترمہ کی دینی مدارس سے دشمنی، بھارت اور مغرب کی ہمدردیاں، دلچسپیاں اور ان کے مفادات کے تحفظ کے بعد یہ بات آج ثابت ہو گئی ہے کہ ان کا اصل وطن، دین اور دلچسپیاں پاکستان اور اسلام سے نہیں بلکہ:

”پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا“

مغربی دنیا کو علم کے ان سرچشموں سے دشمنی رکھنے کے بجائے ان سے فیض یاب ہونے کا راستہ نکالنا چاہئے اور مسلم ممالک کے ایسے خوشامدی، لالچی اور نفس پرست حلقوں کو منہ نہ لگائے جو ان کو مسلم امہ کے محسن اداروں سے برسرپیکار رکھ کر اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

دینی مدارس کے امت اسلامیہ پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ماسٹر پلان بنانا اب کسی اندرونی یا بیرونی طاقت کے بس کی بات نہیں۔

عوام کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار

انتخاب:- نشاط حمید عاقب

جب کسی ملک میں قحط پڑتا ہے تو غرباء اور متوسط الحال لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ کئی کئی دن فاقہ سے گزر جاتے ہیں مگر امراء اور اعلیٰ حکام پر قحط کا بہت کم اثر پڑتا ہے انکے تکلفات میں مطلق کمی نہیں ہوتی۔ انکی ضروریات جس آسانی سے ایام قحط سے پہلے مہیا ہوتی تھیں اسی آسانی سے دورانِ قحط میں بھی پوری ہوتی رہتی ہیں۔ بلکہ باوجود ملک میں قحط ہونے کے جب انکا دورہ ہوتا تو دودھ، گھی، مرغ اور ہر قسم کی آسائشیں انکے کیمپ میں پہلے ہی موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام نے اس ناانصافی و سنگدلی کی تعلیم نہیں دی۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا تو آپ نے عہد کیا جب تک عام طور پر بازاروں میں دودھ اور گھی نہ ملنے لگے میں بھی اس کو ترک کرتا ہوں۔

اتفاقاً ایک دن بازار میں دودھ اور گھی آیا۔ آپ کے ایک غلام نے سب خرید لیا اور باقی لوگ منہ دیکھتے رہ گئے۔ آپؓ کو خبر ہوئی غلام کو بلوایا اور ڈانٹا کہ تم نے سب خرید کر لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے جاؤ سب کو تقسیم کر دو میں ہرگز نہیں لوں گا جب تک خود تکلیف نہ اٹھاؤں لوگوں کی تکلیف کا اندازہ کس طرح کر سکتا ہوں۔

© rasailojaraid.com